سوشلسٹ انقلاب
اور قوموں کا حق خود اختیاری
(مقالے)

1916

1- سامراج، سوشلزم اور مظلوم ومحکوم قوموں کی آزادی

سامراج، سرمایہ داری کے ارتقا کی سب سے اونچی منزل ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں کا سرمایہ قومی ریاستوں کی سرحدوں سے باہر نکل گیا ہے۔ اس نے مقابلے کی جگہ اجارہ داری قائم کرلی ہے اس طرح اس نے سوشلزم کے حصول کے لئے تمام خارجی لوازم مہیا کر دئے ہیں۔ اس لئے مغربی یورپ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں سرمایہ دار حکومتوں کا تختہ الٹنے کے لئے، بورژوازی کی ملکیت ضبط کرنے کے لئے پرولتاریہ کی انقلابی جدوجہد وقت کی پکار بن چکی ہے۔ سامراج، طبقاتی دشمنی اور عناد کو انتہائی حد تک تندوتیز کر کے، جنتا کے حالات زندگی کو، اقتصادی (ٹرسٹوں اور گراں بازاری کے ذریعہ) اور سیاسی (جنگ بازی کی شدت، تابڑ توڑ جنگوں اور رجعت کو ھوا دے کر، قومی ظلم و جبر اور نوآبادیاتی لوٹ مار میں زیادہ شدت اور وسعت پیدا کر کے) دونوں طرح سے بد سے بدتر بنا کر، جنتا کو اس جدوجہد میں جھونک رہا ہے۔ فتح یاب سوشلزم کا لازمی فرض ہونا چاہئے کہ مکمل جمہوریت حاصل کرے اور نتیجے کے طور پر صرف قوموں کی مکمل برابری کی داغ بیل نہ رکھے بلکہ مظلوم ومحکوم قوموں کے حق خود اختیاری کو یعنی آزاد سیاسی علحدگی کے حق کو عملی روپ دے۔ سوشلسٹ پارٹیاں جو اس وقت، ساتھ ہی انقلاب کے دوران میں اور انقلاب کی فتح کے بعد اگر اپنی تمام تر سرگرمیوں سے یہ ثابت نہ کرسکیں کہ وہ محکوم قوموں کو آزاد کردیں گی اور ان کے ساتھ آزاد اتحاد کی بنیاد پر (اور آزاد نہ اتحاد علحدگی کی آزادی کے بغیر جھوٹی اصطلاح ہے) تعلقات قائم کریں گی تو ایسی پارٹیاں سوشلزم سے غداری کریں گی۔

بلاشبہہ، جمہوریت بھی ریاست کا ایک روپ ہے، جو اس وقت مٹ جائے گا جب خود ریاست

مٹ جائے گی۔ لیکن یہ چیز صرف اس وقت عملی روپ اختیار کرے گی جب پوری طرح فتح یاب اور مستحکم سوشلزم کی منزل سے مکمل کمیونزم کی منزل میں داخل ہونے کا سلسلہ عمل میں آئے گا۔

2- سوشلسٹ انقلاب اور جمہوریت کے لئے جدوجہد

سوشلسٹ انقلاب کوئی ایک قدم نہیں ہے، کسی ایک مورچے پر ایک لڑائی نہیں ہے بلکہ شدید طبقاتی جدوجہد کا پورا دور ہے، تمام مورچوں پر لڑائیوں کا ایک پورا سلسلہ یعنی اقتصادیات اور سیاست کے تمام مسئلوں کے گرد لڑائیاں جن کا واحد انجام بورژوازی کی ملکیت کی ضبطی ہو سکتا ہے۔ یہ فرض کر لینا بنیادی غلطی ہوگی کہ جمہوریت کی خاطر جدوجہد پرولتاریہ کو سوشلسٹ انقلاب کے راستے سے بھٹکا سکتی ہے یا اس کو دھندلا سکتی ہے، اس پر پردہ ڈال سکتی ہے وغیرہ۔ اس کے برعکس جس طرح ایسا فتح یاب سوشلزم ممکن نہیں ہے جو مکمل جمہوریت کو رائج نہیں کرتا، اسی طرح پرولتاریہ اس وقت تک بورژوازی پر فتح حاصل کرنے کی تیاری نہیں کر سکتا جب تک کہ جمہوریت کی خاطر چومکھی، مسلسل اور انقلابی جدوجہد نہ کرے۔

یہ اس سے کم سنگین غلطی نہ ہوگی کہ جمہوری پروگرام کے کچھ نکتوں میں سے ایک کو، مثلاً قوموں کی خوداختیار کے نکتے کو اس بنا پر نکال دیا جائے کہ یہ سامراج کے تحت ''ناممکن'' یا ''خیالی پلاء'' ہے۔ قوموں کا حق خوداختیاری سرمایہ داری کے چوکھٹے کے اندر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس دعوے کو یا تو قطعی اقتصادی مفہوم میں لینا چاہئے یا مشروط سیاسی مفہوم میں۔

پہلی صورت میں یہ دعویٰ نظریاتی حیثیت سے بنیادی طور پر غلط ہے۔ اول، اس مفہوم میں، سرمایہ داری کے تحت محنت کے معاوضے کے کوپن یا بحران کا خاتمہ وغیرہ ناممکن ہے۔ لیکن یہ دلیل پیش کرنا یکسر غلط ہے کہ اسی طرح قوموں کی خوداختیاری بھی ناممکن ہے۔ دوسرے، 1905 میں سویڈن سے ناروے کی علحدگی کی ایک مثال بھی اس مفہوم میں ''ناممکن'' ہونے کی دلیل کی تردید کرنے کے لئے کافی ہے۔ تیسرے، اس حقیقت سے انکار کرنا مضحکہ خیز بات ہوگی کہ سیاسی رشتوں اور حکمت عملی کے رشتوں میں ہلکی سے تبدیلی بھی مثلاً جرمنی و انگلستان کے رشتوں میں تبدیلی۔ نئے ریاستوں کا قیام، پولش، ہندستانی ریاستوں وغیرہ کا قیام آج نہیں تو کل ''ممکن'' بنا سکتی ہے۔ چوتھے، فنانس سرمایہ، توسیع کی تڑپ سے مجبور

ہو کر، کسی بھی ملک کی آزادترین، انتہائی جمہوری اور ریپبلکن حکومت کو اور چنے ہوئے حکام کو، چاہے وہ ملک ''خودمختار'' ہی کیوں نہ ہو، ''آزادی سے'' خریدے گا اور رشوت دے گا۔ عام سرمائے کی طرح، فنانس سرمائے کا غلبہ سیاسی جمہوریت کے دائرے کے اندر کسی قسم کے سدھارے سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔اورحق خوداختیاری پورے طور پرصرف ایسی دائرے میں آتا ہے۔ بہرحال، فنانس سرمائے کا یہ غلبہ سیاسی جمہوریت کی اہمیت کوتباہ نہیں کرتا، جوطبقاتی ظلم وجبراورطبقاتی جدوجہد کا زیادہ آزاد، زیادہ وسیع اور زیادہ واضح روپ ہے۔ اس لئے اقتصادی نقطۂ نظر سے، سرمایہ داری کے تحت سیاسی جمہوریت کے مطالبوں میں سے ایک مطالبے کے حصول کے ''ناممکن'' ہونے کے بارے میں تمام دلیلیں سرمایہ داری اور عام طور پر سیاسی جمہوریت کے عام اور بنیادی رشتوں کی غلط نظریاتی تفسیر بن کر رہ جاتی ہیں۔

دوسری صورت میں یہ دعویٰ ناممکن اور ناقص ہے کیونکہ سامراج کے تحت، صرف قوموں کا حق خود اختیاری ہی نہیں بلکہ سیاسی جمہوریت کے تمام بنیادی مطالبوں کا حصول ''ممکن'' ہے لیکن نامکمل طور پر، بگڑی ہوئی شکل میں اور محض استثنا کے طور پر (مثال کے طور پر 1905 میں سویڈن سے ناروے کی علحدگی)۔تمام انقلابی سوشل ڈیموکریٹ نوآبادیوں کوفوراً آزاد کردینے کا جومطالبہ پیش کرتے ہیں وہ بھی سامایہ داری کے سائے میں، انقلابوں کے ایک پورے سلسلے کے بغیر ''ناقابل حصول'' ہے۔ بہرحال، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ سوشل ڈیموکریٹ ان تمام مطالبوں کے لئے فوری اور فیصلہ کن جدوجہد سے باز رہیں۔اس سے باز رہنا صرف بورژوازی اور رجعت کے فائدے میں ہوگا۔اس کے برعکس، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ضروری ہے کہ ان تمام مطالبوں کو، سدھا روادی ڈھنگ سے نہیں، بلکہ انقلابی ڈھنگ سے مرتب کیا جائے اور آگے بڑھایا جائے۔ بورژوا قانون کے دائرے میں رہ کر نہیں بلکہ اس کو توڑ کر آگے بڑھایا، پارلیمنٹ میں تقریروں اور زبانی احتجاجوں پر اکتفا کر کے نہیں بلکہ بڑی سرگرمیوں میں جنتا کو کھینچ کر، ہر قسم کے بنیادی جمہوری مطالبے کی خاطر جدوجہد میں پھیلاؤ اور شدت پیدا کر کے آگے بڑھایا جائے جس کی تان بورژوازی کے خلاف پرولتاریہ کے براہ راست دھاوا بولنے پر ٹوٹے یعنی سوشلسٹ انقلاب پر جو بورژوازی کی ملکیت ضبط کرلے گا۔سوشلسٹ انقلاب بڑی ہڑتال سڑک پر کسی مظاہرے، فاقوں سے جنم لینے والے کسی فساد، فوجوں میں بغاوت یا کسی نوآبادیاتی سیاسی بحران (مثلاً ڈریفوس کا مقدمہ (95) تسابیرن کا حادثہ (96) یا کسی مظلوم ومحکوم قوم کی علحدگی کے سلسلے میں ریفرنڈم

وغیرہ نتیجے کے طور پر تحت پھٹ پڑے۔

سامراج کے تحت قومی ظلم وجبر میں تندی وتیزی سوشل ڈیموکریس کے لئے اور بھی ضروری کر دیتی ہے کہ وہ صرف قوموں کی علحدگی کی آزادی کے لئے جدوجہد کو تج نہ دے، جسے بورژوازی ''خیالی جنت'' والی جدوجہد کا نام دیتی ہے، بلکہ اس کے برعکس، اس سلسلے میں بھی ابھرنے والے جھگڑوں اور ٹکروں کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے اور ان کو بورژوازی کے خلاف جن اندولن اور انقلابی دھاوے کے لئے استعمال کرے۔

3- حق خوداختیاری کا مطلب اور فیڈریشن سے اس کا تعلق

قوموں کے حق خوداختیاری کا مطلب صرف سیاسی معنی میں حق مختاری ہے۔اس کا مطلب ہے ظالم وجابر قوم سے آزاد، سیاسی علحدگی کا حق۔ٹھوس معنوں میں، سیاسی جمہوریت کے اس مطالبے کا مطلب ہے علحدگی کے حق میں ایجی ٹیشن کرنے کی مکمل آزادی، علحدگی چاہنے والی قوم کی ریفرنڈم کے زریعہ علحدگی کے سوال کو طے کرنے کی آزادی۔ نتیجے کے طور پر، یہ مطالبہ اور علحدگی، بٹوارے اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کرنے کا مطالبہ، دونوں ایک نہیں ہیں۔ یہ مطالبہ محض منطقی اظہار ہے کسی بھی شکل میں قومی ظلم وجبر کے خلاف جدوجہد کا۔ ریاست کا جمہوری نظام علحدگی کی مکمل آزادی سے جتنا قریب آئے گا۔عملی طور پر علحدگی کے لئے جدوجہد اتنی ہی کمزور اور کم ہوتی جائے گی کیونکہ اس میں شبہہ نہیں ہوسکتا کہ اقتصادی ترقی اور جنتا کے مفاد، دونوں نقطۂ نظر سے، بڑی ریاستوں کے بڑے فائدے ہیں۔ اور یہ فائدے سرمایہ داری کے نشو ونما کے ساتھ بڑھتے جاتے ہیں۔حق خوداختیاری کو تسلیم کرنا اور فیڈریشن کو ایک اصول کی حیثیت سے تسلیم کرنا، ایک شخص اس اصول کا کٹر دشمن اور جمہوری مرکزیت کا طرف دار ہو سکتا ہے اور پھر بھی قومی نابرابری پر فیڈریشن کو ترجیح دے سکتا ہے کہ یہی مکمل جمہوری مرکزیت کا واحد راستہ ہے۔اسی نقطۂ نظر سے مارکس نے مرکزیت پسند ہونے کے باوجود انگریزوں کے ہاتھوں آئر لینڈ کی جبریہ محکومی پر آئر لینڈ اور انگلستان کے فیڈریشن کو ترجیح دی تھی۔

سوشلزم کا مقصد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بنی نوع انسان کے بٹوارے اور قوموں کی تمام الگ الگ خانہ بندیوں کو ختم کرنا ہی، قوموں کو ایک دوسرے کے ساتھ لانا ہی نہیں بلکہ ان کو شیر وشکر کر دینا

ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ایک طرف تو ’’تہذیبی قومی خودمختاری‘‘ (97) سے متعلق رینز اور باؤیر کے خیالات کی رجعت پسند نوعیت عام لوگوں کو بتائیں اور دوسری طرف، محض عمومی طور پر نہیں، مبہم انداز میں نہیں، بے مغزلن ترانیوں سے نہیں، سوشلزم کے قائم ہونے تک اسے ’’اٹھا رکھنے کی بات کر کے نہیں، بلکہ صاف اور جچے تلے انداز میں سیاسی پروگرام مرتب کر کے مظلوم ومحکوم قوموں کی آزادی کا مطالبہ کریں، ایک ایسا پروگرام مرتب کریں جو ظالم وجابر قوموں کے سوشلسٹوں کی ریاکاری اور بزدلی کو بھی خاص طور پر نظر میں رکھے۔ ٹھیک جس طرح بنی نوع انسان مظلوم محکوم طبقے کی ڈکٹیٹرشپ کے عبوری دور سے گزر کر ہی طبقوں کا خاتمہ کر سکتا ہے ٹھیک اسی طرح بنی نوع انسانی قوموں کے شیر وشکر ہو جانے کی ناگزیر منزل تک تمام مظلوم ومحکوم قوموں کی مکمل آزادی یعنی ان کی آزادی علحدگی کی عبوری دور سے گزر کر ہی پہنچ سکتا ہے۔

4- قوموں کی خوداختیاری کے سوال کی پرولتاری، انقلابی ترتیب

قوموں کی خوداختیاری کا مطالبہ ہی نہیں بلکہ ہمارے کم سے کم جمہوری پروگرام کے تمام نکتے، بہت پہلے ہی، سترھویں اٹھارہویں صدیوں میں پیٹی بورژوازی نے پیش کئے تھے۔ پیٹی بورژوازی آج تک ان تمام مطالبوں کو خیالی جنت کے باسیوں کے انداز میں اٹھا رہی ہے۔ وہ طبقاتی جدوجہد کو نہیں دیکھتی۔ اس کی آنکھیں اس حقیقت کی طرف سے بھی بند ہیں کہ طبقاتی جدوجہد جمہوریت کے سائے میں اور تند و تیز ہوتی ہے۔ وہ ’’پرامن‘‘ سرمایہ داری پر یقین رکھتی ہے۔ سامراج کے سائے میں برابر قوموں کے ایک پرامن اتحاد کے خیالی جنت والے تصور کی نوعیت بس یہی ہے جو عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتی ہے اور کاؤتسکی وادی جس کی وکالت کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ اس کم نظر اور موقع پرستانہ خیالی جنت کے بجائے سوشل ڈیموکریسی کا پروگرام یہ نظریہ پیش کرے کہ سامراج کے سائے میں قوموں کی بنیادی، اصلی اور ناگزیر تقسیم وہ ہے جو صرف ظالم وجابر اور مظلوم ومحکوم قوموں کے درمیان ہوتی ہے۔

ظالم وجابر قوموں کا پرولتاریہ عمومی قسم کے گھسے پٹے جملوں اور فقروں تک خود کو محدود نہیں رکھ سکتا جو کوئی بھی صلح پسند بورژوا جبری الحاق کے خلاف اور قوموں کے برابر حقوق کے بارے میں عام طور پر کہہ سکتا ہے۔ پرولتاریہ اس سوال سے نگاہیں نہیں چرا سکتا جو سامراجی بورژوازی کے لئے خاص طور پر ’’ناشگوار‘‘ ہے یعنی ایسی ریاست کی سرحدوں کا سوال جو قومی ظلم و جبر پر مبنی ہے۔ پرولتاریہ اس کے سوا اور

کچھ نہیں کر سکتا کہ مظلوم ومحکوم قوموں کو ایک خاص ریاست کی سرحدوں کے اندر زبردستی بند رکھنے کیخلاف جنگ کرے اور یہی مطلب ہے حق خود اختیاری کے لئے جدوجہد کا۔ پرولتاریہ کا فرض ہے کہ ان نوآبادیوں اوران قوموں کی سیاسی علحدگی کی آزادی کا مطالبہ کرے جن کو پرولتاریہ کی ''اپنی'' قوم ظلم ومحکومی کا شکار بنائے ہوئے ہے۔ جب تک کہ پرولتاریہ ایسا نہیں کرتا پرولتاری بین الاقوامیت محض بے معنی اصطلاح رے گی۔ اس کے بغیر ظالم وجابر اور مظلوم ومحکوم قوموں کے مزدوروں کے درمیان نہ باہمی اعتماد ممکن ہوگا اور طبقاتی یکجہتی، نہ حق خوداختیاری کے سدھارووادی اور کاؤتسکی وادی وکیلوں کی ریاکاری کی قلعی کھلیگی جو ان قوموں کے بارے میں ہونٹوں پر گوند چپکائے بیٹھے رہتے ہیں جن کو ان کی ''اپنی'' قوم ظلم ومحکومی کا شکار بناتی ہے اور زبردستی ان کی ''اپنی'' ریاست کی سرحدوں کے اندر بند کر کے رکھتی ہے۔

دوسری طرف، مظلوم ومحکوم قوموں کے سوشلسٹوں کو چاہئے کہ وہ مظلوم ومحکوم قوموں کے مزدوروں اور ظالم وجابر قوموں کے مزدوروں کے درمیان مکمل اور بھرپور ایکتا کے لئے جس میں تنظیمی ایکتا بھی شامل ہے، لڑیں اور اس کو عملی جامہ پہنائیں ورنہ پرولتاریہ کی آزاد پالیسی کے لئے لڑنا اور بورژوازی کے تمام چوردروازوں، دغابازیوں اور دھوکے فریب کی موجودگی میں دوسرے ملکوں کے پرولتاریہ کے ساتھ طبقاتی یک جہتی کا پرچم لہرانا ناممکن ہوجائے گا۔ کیونکہ مظلوم ومحکوم قوموں کا بورژوا طبقہ قومی آزادی کے نعروں کو مستقل مزدوروں کو جل دینے کے آلے ہتھکنڈوں میں بدلتا رہتا ہے۔ اندرونی سیاست میں بورژوازی ان نعروں کو حکمراں قوموں کی بورژوازی کے ساتھ رجعت پسندانہ معاہدے کرنے میں استعمال کرتی ہے (مثال کے طور پر روس اور آسٹریا میں پولش جنھوں نے رجعت سے معاہدے کئے تاکہ یہودیوں اور یوکرینیوں کو اپنے ظلم وجبر کا شکار بنا سکیں)۔ بورژوازی خارجہ سیاست کے میدان میں حریف سامراجی طاقتوں میں سے کسی ایک سے معاہدے کرنے کی کوشش کرتی ہے تاکہ اپنی غاصبانہ مرادیں حاصل کر سکے (بلقان میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی پالیسی، وغیرہ وغیرہ)۔

ہوسکتا ہے کہ ایک سامراجی طاقت کے خلاف قومی آزادی کی جدوجہد کو دوسری ''بڑی'' طاقت خاص حالات میں اپنے یکساں سامراجی مفاد کی خاطر استعمال کرے۔ اس حقیقت کی بنیاد پر سوشل ڈیموکریٹ قوموں کے حق خوداختیاری کو تسلیم کرنے سے اسی طرح انکار نہیں کر سکتے جس طرح اس حقیقت کے باوجود کہ بورژوازی نے کئی بار ریپبلکن نعروں کو سیاسی فریب اور مالی لوٹ کے لئے استعمال کیا

ہے (جیسے لاطینی الاصل زبانوں والے ملکوں میں)، پھر بھی سوشل ڈیموکریٹوں کو ریپبلکن ازم سے ہاتھ دھو لینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔☆

☆ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ حق خود اختیاری کی مخالفت محض اس بنا پر کرنا کہ اس کا مطلب ہے ''مادر وطن کی حفاظت''، اور بھی مضحکہ خیز ہوگا۔ 16-1914 کے سوشل شاونسٹ اسی زوردار منطق کے ساتھ یعنی اسی چھچھلے پن کے سات، اس دلیل کو جمہوریت کے تمام مطالبوں (مثلاً ریپبلکن ازم) پر اور قومی ظلم و جبر کے خلاف جدوجہد کے ہر فارمولے پر لاگو کرتے ہیں۔ اور یہ سب ''مادر وطن کی حفاظت'' کا جواز حاصل کرنے کی خاطر۔ مارکس ازم مادر وطن کی حفاظت کے خیال کو تسلیم کرتا ہے مگر مارکس ازم اس خیال تک بعض ''عام اصول'' یا پروگرام کے بعض الگ نکتوں کی بنا پر نہیں پہنچا ہے بلکہ ہر الگ الگ جنگ کے خاص تاریخی حالات کے تجزیے کی بنا پر۔ مثال کے طور پر عظیم فرانسیسی انقلاب کی جنگوں اور یورپ میں گاریبالدی کی جنگوں میں مارکس ازم وطن کی حفاظت کی اہمیت تسلیم کرتا ہے۔ لیکن مارکس ازم نے 16-1914 کی سامراجی جنگ میں ''مادر وطن کی حفاظت'' کے نعرے کی مخالفت کی ہے۔

5- قومی سوال پر مارکس ازم اور پرودھون ازم

پیٹی بورژوا ڈیموکریٹوں کے برخلاف، مارکس نے بلا استثنا تمام جمہوری مطالبوں کو، بجائے خود مقصد نہیں بلکہ جاگیرداری کے خلاف بورژوازی کی رہنمائی میں جنتا کی جدوجہد کا تاریخی مظہر قرار دیا ہے۔ ان میں سے ایک بھی جمہوری مطالبہ ایسا نہیں ہے جس کو بورژوازی مزدوروں کو دھوکا دینے کے لئے حربے کے طور پر استعمال نہ کرسکتی ہو یا بعض حالات میں نہ کیا ہو۔ اس سلسلے میں سیاسی جمہوریت کے مطالبوں میں سے ایک کو یعنی قوموں کی خود اختیاری ہی کو لے لینا اور اس کو باقی تمام مطالبوں کے خلاف رکھ کر دیکھنا بنیادی طور پر غلط نظریہ ہے۔ عملی طور پر، پرولتاریہ اپنی خودمختاری اسی وقت برقرار رکھ سکتا ہے جب کہ وہ ریپبلک کے مطالبے سمیت تمام جمہوری مطالبوں کے لئے اپنی جدوجہد کو بورژوازی کا تختہ الٹنے کی خاطر اپنی انقلابی جدوجہد کا تابع بنائے۔

دوسری طرف، پرودھون کے پیروؤں کے برخلاف، جنہوں نے ''سماجی انقلاب کی خاطر'' قومی

سوال سے ''انکار کیا'' مارکس نے، خاص طور پر ترقی یافتہ ملکوں میں پرولتاری طبقاتی جدوجہد کے مفاد کو ذہن میں رکھتے ہوئے، بین الاقوامیت اور سوشلزم کے بنیادی اصول کو سب سے آگے رکھا یعنی کوئی قوم بھی جو دوسری قوموں کو کچلتی اور دباتی ہے آزاد نہیں ہوسکتی۔ جرمن مزدوروں کے انقلابی اندولن کے مفاد کے اسی نقطۂ نظر سے مارکس نے 1848 میں مطالبہ کیا کہ جرمنی میں فتح یاب جمہوریت ان قوموں کے آزاد ہونے کا اعلان کرے اور ان کو آزادی دے جو جرمنوں کے ظلم و جبر کا شکار تھیں۔ انگریز مزدوروں کی انقلابی جدوجہد کی نظر ہی سے مارکس نے 1869 میں، انگلستان سے آئرلینڈ کی علحدگی کا مطالبہ کیا اور ساتھ ہی کہا: ''حالانکہ ممکن ہے کہ علحدگی کے بعد فیڈریشن عالم وجود میں آجائے'' (98)۔ صرف یہی مطالبہ سامنے رکھ کر مارکس واقعی انگریز مزدوروں کو بین الاقوامی جذبے کی تعلیم دیتے تھے۔ صرف اس طرح مارکس موقع پرستوں اور بورژوا سدھارواد کے خلاف جو آج تک نصف صدی بعد بھی، آئرلیش ''سدھار'' کو پورا کرنے میں ناکام ہے، اس خاص تاریخی مسئلے کا انقلابی حل پیش کرسکے۔ سرمایہ کے معذرت خواہوں کے برخلاف جو چیخ چیخ کر کہتے رہتے ہیں کہ چھوٹی قوموں کی علحدگی کی آزادی خیالی پلاؤ اور ناممکن ہے، جو گلا پھاڑ پھاڑ کر صرف اقتصادی ہی نہیں بلکہ سیاسی ارتکاز کی ترقی پسند نوعیت کا راگ الاپتے ہیں۔ ہاں ان معذرت خواہوں کے برخلاف، مارکس صرف اس طرح غیر سامراجی طریقے سے اس ارتکاز کی ترقی پسند نوعیت پر زور دے سکا، صرف اس طرح وہ قوموں کے ملاپ پر، زور زبردستی سے نہیں بلکہ تمام ملکوں کے پرولتاریوں کے آزاد اتحاد کی بنیاد پر قوموں کے ملاپ پر زور دے سکا۔ صرف اس طرح، مارکس نے قوموں کی برابری اور حق خود اختیاری کے زبانی اور اکثر ریاکارانہ اعتراف کا مقابلہ قومی مسئلوں کو حل کرنے کے میدان میں بھی جنتا کے انقلابی اقدام سے کیا۔ 1914-1916 کی سامراجی جنگ نے موقع پرستوں اور کاؤتسکی وادیوں کی ریاکاری کے اوجیائی اصطبل (99) کا جو پردہ فاش کیا، اس نے مارکس کی اس پالیسی کی صحت کی بڑی نمایاں تصدیق کی جس کو تمام ترقی یافتہ ملکوں کے لئے نمونے کا کام کرنا ہے کیونکہ آج سارے کے سارے ترقی یافتہ ملک دوسری قوموں کو لوٹتے اور کچلتے ہیں۔☆

☆اکثر اس بات کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ بعض قوموں کی قومی تحریکوں کی طرف، مثلاً 1848 میں چیکوں کی قومی تحریک کی طرف مارکس کا مخالفانہ رویہ اس کی تردید کرتا ہے کہ مارکس ازم کے نقطۂ نظر سے قوموں کی خود اختیاری کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ حال ہی میں اس کا حوالہ جرمن شاونسٹ لینچ نے (100)

کے شمارے 8,9 میں دیا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ 1848 میں اس بات کے تاریخی اور سیاسی اسباب موجود تھے کہ ''رجعت پسند'' اور انقلابی جمہوری قوموں کے درمیان فرق کیا جائے۔ مارکس حق بجانب تھا جب اس نے ''رجعت پسند'' قوموں کو مذموم قرار دیا اور انقلابی جمہوری قوموں کی حمایت کی۔ حق خود اختیاری جمہوریت کے مطالبوں میں سے ایک ہے جس کو قدرتی طور پر جمہوریت کے عام مفاد کے تابع ہونا چاہئے۔ 1848 میں اور اس کے بعد کے برسوں میں یہ عام مفاد زارشاہی کے خلاف جدوجہد میں مضمر تھا۔

9- قوموں کی خود اختیاری کے لحاظ سے ملکوں کی تین قسمیں

اس لحاظ سے، ملکوں کو موٹے موٹے طور پر تین قسموں میں بانٹا جا سکتا ہے:

پہلی قسم، مگربی یورپ کے ترقی یافتہ سرمایہ دار ملک اور ریاستہائے متحدہ امریکہ۔ ان ملکوں میں بورژوا ترقی پسند قومی تحریکیں بہت پہلے ختم ہو چکیں۔ ان تمام ''بڑی'' قوموں میں سے ہر قوم نو آبادیوں میں اور خود اپنے ملک میں دوسری قوموں کو ظلم و محکومی کا شکار بناتی ہے۔ ان حکمراں قوموں کے پرولتاریہ کے فرائض وہی ہیں جو انیسویں صدی میں آئرلینڈ کے سلسلے میں انگلستان کے پرولتاریہ کے فرائض تھے۔☆

دوسری قسم، مشرقی یورپ: آسٹریا، بلقان اور خاص طور پر روس۔ یہاں بیسویں صدی ہی میں خاص طور پر بورژوا جمہوری قومی تحریکیں پروان چڑھیں اور قومی جدوجہد تیز ہوئی۔ ان ملکوں کے پرولتاریہ کے فرائض۔ ان ملکوں کی بورژوا جمہوری تشکیل نو کی تکمیل کے لحاظ سے اور ساتھ ہی دوسرے ملکوں میں سوشلسٹ انقلاب کی مدد کرنے کے لحاظ سے۔ اس وقت تک پورے نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ قوموں کے حق خود اختیاری کا پرچم نہ اٹھا لے۔ اس سلسلے میں سب سے کٹھن مگر سب سے اہم فرض یہ ہے کہ ظالم و جابر قوموں کے مزدوروں کی طبقاتی جدوجہد کو مظلوم و محکوم قوموں کے مزدوروں کی طبقاتی جدوجہد سے ملا کر ایک کر دیا جائے۔

☆بعض چھوٹی ریاستوں میں جو 16-1914 کی جنگ میں شریک نہیں ہوئی ہیں۔ (مثلاً ہالینڈ اور سوئٹزرلینڈ) بورژوازی بڑے زوروں پر ''قوموں کی خود اختیاری'' کا نعرہ بلند کر رہی ہے تاکہ سامراجی

جنگ میں شرکت کا جواز حاصل کر سکے۔یہی وہ نیت ہے جو ان ملکوں میں سوشل ڈیموکریٹوں کو خود اختیاری کے

تیسری قسم نیم نو آبادیاتی ملک جیسے چین، ایران، ترکی اور تمام نو آبادیاں جن کی مجموعی آبادی ایک ارب تک ہے۔ان ملکوں میں بورژوا جمہوری تحریکیں ابھی مشکل سے شروع ہوئی ہیں یا تکمیل کی منزل سے بہت دور ہیں۔سوشلسٹوں کو چاہئے کہ نہ صرف نو آبادیوں کی بلا معاوضہ غیر مشروط اور فوری آزادی کا مطالبہ کریں (اور اس مطالبے کا سیاسی مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ حق خود اختیاری کو تسلیم کیا جائے) بلکہ ان کو چاہئے کہ ان ملکوں میں قومی آزادی کے لئے بورژوا جمہوری تحریکوں میں زیادہ انقلابی عناصر کی ڈٹ کر حمائت کریں اور ان کو ظلم و محکومی کا شکار بنانے والی سامراجی طاقتوں کے خلاف ان کی بغاوت میں، اگر ضرورت پڑے تو ان کی انقلابی جنگ میں مدد دیں۔

7- سوشل شاونزم اور قوموں کا حق خود اختیاری

سامراجی عہد اور 1914-1916 کی جنگ نے خاص طور پر اس فرض کو بالکل نمایاں کر دیا ہے کہ ترقی یافتہ ملکوں میں شاونزم اور قوم پرستی کے خلاف جنگ کی جائے۔قوموں کی خود اختیاری کے سوال مخالفت پر مجبور کرتی ہے۔صحیح پرولتاری پالیسی کی حمائت یعنی سامراجی جنگ میں ''مادر وطن کی حفاظت'' کی مخالفت کی پالیسی کی حمائت غلط دلیلوں سے کی جاتی ہے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نظریاتی طور پر مارکس ازم مسخ ہوتا ہے اور عمل میں ایک عجیب قسم کی چھوٹی قوموں والی تنگ نظری پیدا ہو جاتی ہے جو قوموں کے ان کروڑوں لوگوں کو فراموش کر دیتی ہے جن کو ''بڑی طاقتوں'' کی قوموں نے محکوم بنا رکھا ہے۔کامریڈ گورٹر اپنے بہترین پمفلٹ ''سامراج، جنگ اور سوشل ڈیموکریسی'' میں قوموں کی خود اختیاری کے اصول کو غلط مسترد کرتے ہیں مگر اس کا صحیح اطلاق کرتے ہیں جب وہ ڈچ ایسٹ انڈیز کے لئے ''سیاسی اور قومی آزادی'' کی فوری منظوری کا مطالبہ کرتے ہیں اور ڈچ موقع پرستوں کو بے نقاب کرتے ہیں جو یہ مطالبہ کرنے اور اس کے لئے لڑنے سے انکار کرتی ہیں۔پر سوشل شاونسٹوں یعنی موقع پرستوں اور کاؤتسکی وادیوں میں دو اہم نقطۂ نظر ہیں جو رجعت پسند سامراجی جنگ کو ''مادر وطن کی حفاظت'' کے لئے جنگ کا نام دے کر اس پر لیپ پوت کا فرض انجام دیتے ہیں۔

ایک طرف ہمیں بورژوازی کے قدرے صاف گو خادم نظر آتے ہیں جو جبر الحاق کی حمائت اس بنا پر کرتے ہیں کہ سامراج اور سیاسی ارتکاز ترقی پسند ہے اور جو حق خود اختیاری کی مخالفت اس طرح کرتے ہیں کہ یہ محض خیالی پلاؤ ہے، واہمہ ہے، پیٹی بورژوا تصور ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان لوگوں میں جرمنی کے کونوف، پاروس اور انتہا پسند موقع پرست، انگلستان کے فیبئنوں (۱۰۱) اور ٹریڈ یونین لیڈروں کا ایک گروہ اور روس کے موقع پرست۔ سیمکوفسکی، لیب مان، یورکیوچ وغیرہ شامل ہیں۔

دوسری طرف ہم کاؤتسکی وادیوں کو دیکھتے ہیں جن میں وانڈ رویلڈے، ریناڈیل اور فرانس، انگلستان کے بہت سے صلح پسند وغیرہ شامل ہیں۔ یہ لوگ پہلے گروہ سے اتحاد چاہتے ہیں اور عملی طور پر ان کا کردار وہی ہے جو پہلے گروہ کا ہے، اس معنی میں کہ وہ بھی حق خود اختیاری کی حمائت کرتے ہیں جو محض ریاکارانہ زبانی جمع خرچ ہے۔ یہ لوگ سیاسی علحدگی کی آزادی کے مطالبے کو ''انتہاپسندانہ'' مطالبہ سمجھتے ہیں (کاؤتسکی 21 مئی 1915 کو اخبار میں (102) یہ ظالم وجابر قوموں ہی کے سوشلسٹوں کے انقلابی طریقہ کار کی ضرورت کی وکالت نہیں کرتے الٹا وہ ان کے انقلابی فرائض سے چپکے سے آنکھیں بچا لیتے ہیں، ان کی موقع پرستی کی وکالت کرتے ہیں، یہ لوگ جنتا کو دھوکا دینے میں ان کا کام زیادہ آسان کر دیتے ہیں، وہ ریاست کی سرحدوں کے سوال ہی سے کترا کر نکل جاتے ہیں جو زبردستی محکوم قوموں کو اپنے اندر جکڑ رکھتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

دونوں گروہ موقع پرست ہیں جو مارکس ازم کو بگاڑتے اور مسخ کرتے ہیں اور جو مارکس کے طریقہ کار کی نظریاتی اہمیت اور عملی ضرورت کو سمجھنے کی تمام صلاحیت کھو بیٹھے ہیں جس کی ایک مثال مارکس نے آئرلینڈ کے سلسلے میں دی تھی۔

جبری الحاق کا خاص سوال جنگ کی وجہ سے خاص طور پر فوری اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ لیکن جبری الحاق ہے کیا؟ یہ صاف ہے کہ جبری الحاق احتجاج کا مطلب ہوتا ہے یا تو قوموں کے حق خود اختیاری کو تسلیم کرنا یا یہ کہ یہ احتجاج محض صلح پسندانہ لفاظی پر مبنی ہے جو☆ Status quo کی حمائت کرتی ہے اور انقلابی تشدد سمیت تمام تشدد کی مخالفت کرتی ہے۔ اس قسم کی لفاظی بنیادی طور پر غلط ہے اور مارکس ازم سے اس کا کوئی میل اور جوڑ نہیں۔

8- مستقبل قریب میں پرولتاریہ کے ٹھوس فرائض

سوشلسٹ انقلاب مستقبل قریب میں شروع ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں پرولتاریہ فوراً اقتدار پر قبضہ کرنے کے فرض سے، بینکوں کو ضبط کرنے کے فرض سے اور ڈکٹیٹری کے دوسرے اقدامات کرنے کے فرض سے دو چار ہوگا۔ اس صورت حال میں، بورژوازی۔ اور خاص طور پر فیبئن اور کاؤتسکی وادی جیسے دانشور۔ انقلاب کو ناکام کرنے اور اس کے راستے میں روڑے اٹکانے کی کوشش کریں گے، وہ اس کو سختی سے محدود جمہوری مقاصد تک روک رکھنے کی کوشش کریں گے۔ ایسے وقت میں جب پرولتاریوں نے بورژوا اقتدار کی بنیادوں پر دھاوا بولنا شروع کر دیا ہو تمام خالص جمہوری مطالبے، ایک حد تک انقلاب کے راستے میں رکاوٹ بن جائیں، تو پھر تمام مظلوم ومحکوم قوموں کو آزاد ہونے کا اعلان کرنے اور ان کی آزادی (یعنی ان کا حق خوداختیاری) کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت سوشلسٹ انقلاب کے لئے اتنی ہی اہم اور فوری ہوگی جتنی اہم اور فوری یہ ضرورت بورژوا جمہوری انقلاب کی فتح کے لئے تھی۔ مثال کے طور پر، 1848 میں جرمنی میں اور 1905 میں روس میں۔

☆ موجودہ صورت حال کی برقراری۔ (ایڈیٹر)

بہرحال، ممکن ہے کہ سوشلسٹ انقلاب کے شروع ہوتے ہوتے پانچ، دس سال یا اس سے زیادہ بیت جائیں۔ اس صورت میں فرض یہ ہوگا کہ جنتا کو انقلابی جذبے کے ساتھ ایسی تعلیم دی جائے تاکہ سوشلسٹ شاونسٹوں اور موقع پرستوں کیلئے مزدوروں کی پارٹی سے چپکے رہنا اور 1914-1916 کی طرح فتح حاصل کرنا ناممکن ہو جائے۔ سوشلسٹوں کا فرض یہ ہوگا کہ وہ جنتا کو بتائیں کہ وہ برطانوی سوشلسٹ جو نوآبادیوں اور آئرلینڈ کی علحدگی کی آزادی کا مطالبہ نہ کریں، وہ جرمن سوشلسٹ جو نوآبادیوں اور السا س والوں، ڈچ اور پولینڈ والوں کی علحدگی کی آزادی کا مطالبہ نہ کریں، جو براہ راست انقلابی پروپیگنڈے اور عام انقلابی اقدامات کو قومی ظلم وجبر کے خلاف جدوجہد کی طرف نہ لے جائیں، جو تسابیرن کے حادثہ جیسے واقعات کا فائدہ اٹھا کر وسیع پیمانے پر ظالم و جابر قوم کے پرولتاریہ میں غیر قانونی پروپیگنڈا کرنے میں، سڑکوں پر مظاہرے کرانے اور عام انقلابی قدم اٹھانے کے لئے ابھرنے میں ناکام رہیں، وہ روسی سوشلسٹ جو فن لینڈ، یوکرین وغیرہ کے لئے علحدگی کی آزادی کا مطالبہ نہ کریں۔ ہاں ایسے سارے سوشلسٹ شاونسٹوں کے نقش قدم پر، خون اور کیچڑ میں لتھڑی سامراجی بادشاہتوں اور سامراجی

بورژوازی کے بھاڑے کے ٹٹوؤں کے راستے پر چل رہے ہیں۔

9- حق خوداختیاری کی طرف روسی
اور پولش سوشل کویسی اور دوسری انٹرنیشنل کا رویہ

حق خوداختیاری کے سوال پر روسی انقلابی سوشل ڈیموکریٹوں اور پولش سوشل ڈیموکریٹوں کے اختلافات بہت پہلے 1903 کی کانگرس ہی میں ابھر کر سامنے آ گئے تھے جس نے روسی سوشل ڈیموکریٹ لیبر پارٹی کا پروگرام منظور کیا تھا، جس نے پولش سوشل ڈیموکریٹک وفد کے احتجاج کے باوجود دفعہ 9 اس پروگرام میں شامل کی تھی جو قوموں کے حق خوداختیاری کو تسلیم کرتی ہے۔ اس کے بعد سے اب تک پولش سوشل ڈیموکریٹوں نے اپنی پارٹی کی طرف سے نہ تو ہمارے پروگرام سے دفعہ 9 نکالنے کی کوئی تجویز پیش کی ہے، نہ اس کی جگہ کوئی اور فارمولا پیش کیا ہے۔

روس میں جہاں کم از کم 57 فیصدی یعنی دس کروڑ سے زیادہ کی آبادی مظلوم محکوم قوموں سے تعلق رکھتی ہے، جہاں یہ قومیں زیادہ تر سرحدی صوبوں میں آباد ہیں، جہاں ان قوموں میں بعض قومیں خود مہاروسیوں سے زیادہ مہذب ہیں، جہاں کے سیاسی نظام کی امتیازی شان اس کا خصوصی بہیمانہ اور قرون وسطی والا کردار ہے، جہاں بورژوا جمہوری انقلاب مکمل نہیں ہوا ہے۔ ہاں اس روس میں زارشاہی کے ظالم وستم کا شکار قوموں کے لئے روس سے آزاد علحدگی کے حق کو تسلیم کرنا سوشل ڈیموکریٹوں کے لئے ان کے جمہوری اور سوشلسٹ فرائض کے مفاد کے پیش نظر قطعی طور پر فرض بن جاتا ہے۔ ہماری پارٹی نے، جو جنوری 1912 (103) میں دوبارہ قائم ہوئی، 1913 میں ایک تجویز (104) منظور کی اور اس میں دوبارہ حق خوداختیاری کا اعلان کیا گیا اور اس کی وضاحت اسی ٹھوس مفہوم میں کی گئی جس پر اوپر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ 1914-1916 میں بورژوازی اور موقع پرست سوشلسٹوں (روبانووچ، پلیخانوف، ''ناشے دیلو'' (105) وغیرہ) کی منڈلی میں مہاروسی شاونزم کا جو طوفان اٹھا تھا وہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ شدت سے اس مطالبے پر اصرار کریں اور یہ اعلان کریں کہ جو لوگ اس مطالبے کو نامنظور کرتے ہیں، درحقیقت، مہاروسی شاونزم اور زارشاہی کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ ہماری پارٹی

اعلان کرتی ہے کہ وہ حق خود اختیاری کی اس قسم کی مخالفت کی کوئی ذمہ داری قطعی نہیں قبول کرتی۔

قومی سوال پر پولش سوشل ڈیموکریٹوں کا تازہ ترین فارمولا (زمروالڈ کانفرنس (106) میں پولش سوشل ڈیموکریٹوں کا اعلان) مندرجہ ذیل خیالات سے مزین ہے:

یہ اعلان جرمن حکومت اور دوسری حکومتوں کو مذموم قرار دیتا ہے جو ''پولش صوبوں'' کو معاوضوں کے آنے والے کھیل میں ضمانت تصور کرتی ہیں اور ''پولش عوام کو خود اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کے موقع سے محروم کرتی ہیں''۔ اعلان میں کہا گیا: ''پولش سوشل ڈیموکریٹ پورے ملک کی ازسرنو کاٹ پیٹ اور بٹوارے کے خلاف قطعیت کے ساتھ پر جوش احتجاج کرتے ہیں...'' اعلان ان سوشلسٹوں کو تازیانے لگاتا ہے جنہوں نے ''مظلوم محکوم قوموں کو آزاد کرانے کا فرض'' ہوھین زولرن والوں پر چھوڑ دیا ہے اعلان نے اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ صرف انقلابی بین الاقوامی پرولتاریہ کی آنے والی جدوجہد میں، سوشلزم کے لئے جدوجہد میں حصہ لینا ہی ''قومی ظلم وجبر کی زنجیروں کو توڑے گا اور غیر ملکی غلبے کی تمام شکلوں کو ختم کرے گا اور پولش عوام کے لئے مجلس اقوام میں ایک برابر کے رکن کی حیثیت سے، ہمہ گیر اور آزاد ترقی اور نشوونما کا امکان پیدا کرے گا''۔ اعلان میں یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ موجودہ جنگ ''پولینڈ والوں کے لئے'' ''بھائی بھائی کے دوہرے قتل'' کا کام کرتی ہے۔ (انٹرنیشنل سوشلسٹ کمیشن (107) کا اطلاع نامہ، شمارہ 2'27 ستمبر 1915، صفحہ 15-روسی ترجمہ مجموعہ ''انٹرنیشنل اور جنگ'' میں شائع ہوا ہے، صفحہ 97-)

ان دلائل اور قوموں کے حق خود اختیاری کو تسلیم کرنے میں سوائے اس کے کوئی خاص فرق نہیں کہ ان دلائل کا سیاسی فارمولا دوسری انٹرنیشنل (108) کے اکثر پروگراموں اور تجویزوں سے زیادہ دھندلا اور مبہم ہے۔ اگر ان خیالات کو جچے تلے سیاسی فارمولوں میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے اور یہ طے کرنے کی کوشش کی جائے کہ آیا ان کا اطلاق سرمایہ دار نظام پر ہوتا ہے یا صرف سوشلسٹ نظام پر تو پولش ڈیموکریٹوں نے قوموں کی خود اختیاری سے انکار کر کے جو غلطی کی ہے وہ اور بھی زیادہ صاف اور واضح ہو جائے گی۔

1896 کی لندن والی بین الاقوامی سوشلسٹ کانگرس کے فیصلے میں، جو قوموں کے حق خود اختیاری کو تسلیم کرتا ہے، مذکورہ بالا مقالوں کی بنیاد پر ان باتوں کا اضافہ کرنا چاہئے: 1) سامراج کے تحت اس

مطالبے کی خاص اہمیت، 2) اس مطالبہ سمیت، سیاسی جمہوریت کے تمام مطالبوں کی سیاسی طور پر مشروط نوعیت اور طبقاتی مسالہ، 3) ظالم و جابر قوموں کے سوشل ڈیموکریٹوں اور مظلوم محکوم قوموں کے سوشل ڈیموکریٹوں کے ٹھوس فرائض کے درمیان فرق کرنے کی ضرورت، 4) موقع پرستوں اور کاؤتسکی وادیوں کی طرف سے خوداختیاری کو بے اصولی پن سے، صرف زبانی طور پر تسلیم کرنا یعنی جہاں تک سیاسی اہمیت کا تعلق ہے، محض ریاکارانہ طور پر تسلیم کرنا، 5) حقیقت میں شاونسٹوں اور ان سوشل ڈیموکریٹوں کی، خاص طور پر بڑی طاقتوں (مہاروسی، اینگلو امریکی، جرمن، فرانسیسی، اطالوی، جاپانی وغیرہ) کے سوشل ڈیموکریٹوں کی ہم آہنگی جو ان کی ''اپنی'' قوموں کے ظلم وستم کا شکار ہونے والی نوآبادیوں اور دوسری قوموں کی آزادی علحدگی کا پرچم نہیں اٹھاتے، 6) اس مطالبے کے لئے اور ساتھ ہی سیاسی جمہوریت کے تمام بنیادی مطالبوں کے لئے جدوجہد کو بورژوا حکومتوں کا تختہ الٹنے کے لئے اور سوشلزم حاصل کرنے کی خاطر انقلابی عام جدوجہد کا تابع بنانے کی ضرورت۔

بعض چھوٹی قدموں کے نقطۂ نظر کو، خاص طور پر پولش سوشل ڈیموکریٹوں کے نقطۂ نظر کو انٹرنیشنل پر چپکانا نظریاتی غلطی ہوگی۔ ان ڈیموکریٹوں کے نقطۂ کو جو پولش بورژوازی کے خلاف (خو قوم پرست نعروں سے عوام کو دھوکا دے رہی تھی) جدوجہد کرتے ہوئے ایسے گمراہ ہوئے کہ خوداختیاری سے غلط انکار پر اتر آئے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مارکس ازم کی جگہ پرودھون ازم کو اپنا لیا جائے اور عملی طور پر اس کا مطلب ہوگا بڑی طاقتوں کے خطرناک ترین شاونزم اور موقع پرستی کی نادانستہ حمایت۔

''سوشل ڈیموکریٹ'' کے ایڈیٹر، روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کا مرکزی اخبار۔

مکرر آنکہ۔ <<neue zeit>> کے تازہ ترین شمارہ مورخہ 3 مارچ 1916 میں کاؤتسکی نے رکیک ترین جرمن شاونزم کے نمائندے اوستیر لتز کی طرف مسیحی صلح وصفائی کا ہاتھ کھلم کھلا بڑھایا ہے۔ ہاپس برگوں کے آسٹریا سے محکوم قوموں کی علحدگی کی آزادی سے تو وہ انکار کر دیتا ہے لیکن روسی پولینڈ کی علحدگی کی آزادی کو مان لیتا ہے۔ وہ اس طرح ہنڈن برگ اور ویلہلم ثانی کے لئے بھاڑے کے ٹٹو کی خدمت انجام دیتا ہے۔ خود اپنے ہاتھوں کاؤتسکی وادی نقاب کشائی اس سے بہتر اور کیا ہوسکتی تھی!

1916 کے جنوری۔ فروری میں لینن کا مجموعہ تصانیف، لکھا گیا۔ پانچواں روسی ایڈیشن، رسالے <<Vorbote>> کے دوسرے جلد 27، صفحات شمارے میں اپریل 1916 252-266 میں

چھپا۔

روسی زبان میں پہلی بار ''سوشل ڈیموکریٹ، کے مجموعے'' کے پہلے شمارے میں اکتوبر 1916 میں چھپا۔